Website: www.neweramagazine.com
Copyright by New Era Magazine

جملہ و حقوق بحق نیو ایرا میگزین محفوظ ہیں

مصنف: ارشد ابرار ارش

افسانہ: وصال کا موسم

ناشر: نیو ایرا میگزین

ویب سائٹ: www.neweramagazine.com

ای میل: neramag@gmail.com

info@neweramagazine.com

فیس بک پیج: Fb/Page/New Era Magazine

فیس بک گروپ: New Era Magazine

انسٹاگرام: new_era_magazine

ٹوئیٹر: NewEraMagazine1

Copyright by New Era Magazine

خبردار

ارشد ابرار ارش نے یہ افسانہ (وصال کا موسم) صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھا ہے۔ اس افسانہ (وصال کا موسم) کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنف کے نام صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کے نام محفوظ کیے جاتے ہیں۔

لہذا کسی بھی ادارے، ڈائجسٹ، سوشل میڈیا، ویب سائٹ یا کوئی بھی فرد بمعہ مصنف کو اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں شائع کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جائے گی۔

شکریہ

ادارہ: نیو ایرا میگزین

انتساب

"میڈی ماء دے ناویں (امی جان کے نام)

(کیونکہ یہی وہ پہلی عورت ذات تھیں جن کی استقامت و استقلال، محبت اور صبر و رضا نے مجھے "عورت" ہونے کے معانی و مفہوم سمجھائے۔)

Copyright by New Era Magazine

وصال کا موسم

(ایک عورت کے صبر و رضا کی کہانی)

مکمل افسانہ

ارشد ابرار ارش

نیو ایرا میگزین پبلیشرز

Copyright by New Era Magazine

کچھ ارشد ابرار ارش کے بارے میں

میرا اصل نام محمد ارشد ابرار ارش اور والد کا نام غلام یسین ہے۔ میں نے ۴ دسمبر کو ضلع ڈیرہ غازی خان کے ایک گاؤں کوتانی میں آنکھ کھولی۔ لیکن میری موجودہ رہائش اسلام آباد ہے۔ میں قریب ۲۰۱۶ سے لکھ رہا ہوں۔ ''عشقاوے'' میرا پہلا ناول تھا اور موجودہ افسانہ ''وصال کا موسم'' آپ سب کی پیشِ خدمت ہے۔ لکھاریوں کے شعبے میں میرا یہی عزم ہے کہ ادب کے میدان میں اپنی ایک شناخت بنا سکوں، اپنے محسوسات اور خیالات دنیا تک پہنچا سکوں اور اپنے پیچھے کچھ ایسا چھوڑ جاؤں جو ادب کے میدان میں میرے بعد مجھے یاد رکھے جانے کا باعث بنے۔

یہ ایک عورت کی استقامت اور صبر و رضا کی کہانی ہے کہ ایک عورت شادی کے بعد کس طرح اپنی خواہشات کا گلہ گھونٹ کر اپنے والدین کیلئے نیک نامی کا باعث بنتی ہے اور ایک اچھی فرمانبردار بیوی کا لقب حاصل کرنے میں کامیاب ہوتی ہے۔ مزید اس کے بارے میں آپ پڑھ کر ہی جان پائیں گے کہ اس میں موجودہ سبق کیا ہے اور یہ کس حد تک حقیقی ہے۔

ہزار ہا شکر اس پاک ذات کا جس نے مجھے لکھنا سکھایا کہ اب میرا شمار "قلم والوں" میں ہونے لگا ہے۔

Website: www.neweramagazine.com
Copyright by New Era Magazine

تمام احباب کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے ہمیشہ مجھے سراہا، میری حوصلہ افزائی کی آخرش میں ادارہ ہذا کا بھی بے حد مشکور ہوں کہ مجھے اس عزت افزائی سے نوازا اور میرے لفظوں کو اس قدر اہم جانا اور اپنے میگزین کی زینت بنایا۔

آپ سب کی رائے کا منتظر۔

ارشد ابرار ارش

Copyright by New Era Magazine

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وصال کا موسم

بچپن کی بے فکر اور حسین ترواد یوں میں دن بھر غمِ دنیا سے بے پرواہ گڈی گڈے سے کھیل کر کب اس کانچ کی گڑیا نے جوانی کی دہلیز پر اپنا پہلا قدم رکھا یہ شاید اسے خود بھی صحیح طرح یاد نا ہو مگر اسے یہ بخوبی یاد ہے کہ جوانی کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے ہی اسے احساس دلایا جانے لگا کہ اب بے فکری کے زمانے صرف پرانی "یاد" ہوئے۔

اب کھلے سر پر سلیقے سے دوپٹہ جم گیا۔ گویا ایک تمام عمر کا ساتھی اس کی ہمراہی کو آپہنچا۔ اسے اماں نے گھول گھول کر یہ سمجھا دیا کہ یہ دوپٹہ اب تمہارے لباس کا لازمی جزو ہے۔ بنا دوپٹے اب کبھی باہر نہیں جانا، نا ہی کبھی گھر کے مردوں اور بڑوں کے سامنے کھلے سر گھومنا ہے۔

پھر ایسا ہوا کہ آہستہ آہستہ اس کا باہر نکلنا بھی مسدود ہو گیا۔ اس کی کل کائنات سمٹ کر بس اپنے گھر کی چار دیواری کے اندر ہی محدود ہوتی چلی گئی۔

وہ ایامِ بچپن کی بے فکریوں اور مستیوں کو خوب یاد کرتی رہتی اور دل سے آہیں بھرتی رہتی مگر گزرتے وقت کی سب سے بڑی سنگدلی یہی ہوتی ہے کہ وہ کبھی لوٹ کر ہی نہیں آتا۔

پہلے دن بھر وہ اپنے محلے کی ہم جولیوں کے ہمراہ تمام دن چاچا جی کے باغ میں تتلیوں کے پیچھے تتلی کی مانند دونوں بازوں پھیلائے کھلکھلاتی مسکراہٹ کے ساتھ دوڑتی رہتی تو کبھی

Copyright by New Era Magazine

تتلیوں کے نازک پروں سے رنگ اتار کر اپنی مٹھی میں قید کر لیتی۔۔۔وہ اپنے اس معصوم سے کارنامے پر اس قدر مسرور ہو جاتی کہ گویا ہفت اقلیم کی دولت پالی ہو مگر اب زندگی نے اسے یہ کس دوراہے پر لا کھڑا کیا تھا کہ اب کوئی بھی "خوشی" اس کی روح تک نہیں پہنچ پاتی۔ اسے مسرور نہیں کر پاتی۔۔۔صرف متبسم ہونٹوں سے تو مسکرایا نہیں جاتا۔ مسکرایا تو آنکھوں سے جاتا ہے مسکرایا تو دل سے جاتا ہے۔

دل جو کبھی کسی کی مانتا ہی نہیں۔ اس کا دل بھی تو ضدی ہو چلا تھا۔ ایک پتھر دل شخص کے خواب دیکھنے لگ گیا تھا۔ ہزار روکتی خود کو، آئے روز نئے عہد باندھتی کہ اسے اب کبھی یاد نہیں کرنا ناہی ایسے انسان کی خاطر اپنی آنکھوں کے موتی ضائع کرنے ہیں جسے میری پرواہ تک نہیں۔۔ مگر یہ سارے وعدے، تمام عہد کبھی کامیاب ہی نہیں ہوئے تھے اور اس ہرجائی کی یادیں جھلی کی تصوراتی دنیا میں اس کی تنہائی بانٹنے کو پھر سے آجاتیں۔

اماں نے ایک دن اس کے کان میں آہستگی سے راز گھولا کہ اس کا رشتہ ساتھ والے گاؤں کے دانش کے ساتھ پکا کر دیا گیا ہے۔۔وہ سمجھ ہی نا پائی کہ اپنے جذبات کا اظہار کس طرح کرے ؟۔۔۔

اپنے اندر دھیرے دھیرے ابال کھاتے بے نام سے جذبات وہ خود بھی سمجھنے سے قاصر تھی۔ خدا جانے یہ خوشی کے جذبات تھے یا والدین سے دوری کے غم میں لپٹے کچھ اندیشے جس سے اس کا چہرہ دھواں دھواں سا ہونے لگا تھا۔ آنسو قطار باندھے اس کے نرم روئی سے

Copyright by New Era Magazine

گال بھگوتے گردن تک پہنچنے لگے اور روتے روتے جھلی نے اپنی ناک سرخ کر ڈالی۔ اماں اسے روتا دیکھ کر مسکرانے لگیں۔

اور اسے اپنی "جھلی" دھی رانی میں اس کے بچپن کی شبیہہ نظر آنے لگی جب وہ اسے پاؤں پاؤں چلنا سکھا رہی تھی۔ تب بھی جھلی زمین پر گرتے ہی ایسے رونے لگ پڑتی اور اماں اسے آگے بڑھ کے اپنے کلیجے سے لگا لیتی آج بھی اماں نے یہی کیا تھا۔ اور پھر اماں کے کلیجے سے لگتے ہی اسے جہان بھر کے غم، دکھ اور درد سب کچھ بھول جاتا کچھ یاد رہتی تو صرف اماں۔ مگر پھر گزرتے وقت کے ساتھ اس کے دل نے بھی اپنے "ان دیکھے جیون ساتھی" سے نا صرف سمجھوتہ کر لیا بلکہ اب تو کبھی کبھی من کے کسی کونے سے ایک چھوٹی سی شرارتی سی خواہش سر اٹھانے لگتی تھی اپنے ساتھ جڑے اس "ان دیکھے اجنبی" کو ایک بار ہی سہی، فاصلوں سے ہی سہی دیکھنے کی خواہش۔ گو کہ یہ آسان نہیں تھا مگر دل ضدی ضد باندھ بیٹھا اور اسے دیکھنے کو بلکنے لگا۔

مگر وہ بھی جھلی تھی گاؤں بھر میں اپنے نام کی ایک۔ وہ اپنے ضدی دل کو تھپکنا بخوبی جانتی تھی اپنے من میں انگڑائیاں لیتی تمام خواہشات کو اس نے ایک ایک کر کے انتظار کی بھٹی میں پھینکنا شروع کر دیا۔

اپنی نسوانیت کا پندار اسے ہر بات سے زیادہ عزیز تھا۔ سو اپنے ان دیکھے محبوب کے خواب دیکھنے کے باوجود، دل میں انگڑائیاں لیتی اسے ایک نظر دیکھنے کی خواہش کے باوجود بھی اس

Copyright by New Era Magazine

نے کبھی اپنے دل کی نہیں مانی۔

ہمیشہ دل کو سمجھاتی چلی آئی کہ "نا یہ سب تو غلط اور قبل از وقت ہے۔" انتظار کی آنچ کچھ تیز ہو گی تبھی چاہ کی ہانڈی کو صحیح طرح سے تڑکا لگے گا۔

جب سے اس نے اپنی چھوٹی انگلی میں وہ انگوٹھی پہنی تھی گویا اس کے نام کے ساتھ دانش کا ایک مستقل حوالہ سا جڑ گیا تھا۔ کتنی ہی دیر وہ گم سم بیٹھی انگوٹھی کو دیکھتی سوچتی رہتی کہ "کس طرح یہ چھوٹا سا زیور دو انسانوں کے بیچ ایک پائیدار اور نازک ترین تعلق کی بنیاد رکھتا ہے "خدا جانے زیادہ اہم یہ "زیور" ہے جو اس کے ساتھ دانش کا حوالہ جوڑتا تھا یا وہ "زبان" اہم ہے جو اس کے ابا دانش کے بڑے بزرگوں سے طے کر آئے تھے یا پھر وہ "حساس ترین جذبات" جو اس رشتے کے جڑنے سے اس کے دل میں پیدا ہونے لگے تھے۔

اماں آئے روز اس کے کانوں میں آئندہ زندگی کا "ہدایت نامہ" گھولتی رہتیں

"سن جھلی۔۔۔ لڑکی کا حقیقی گھر ماں باپ کا گھر نہیں بلکہ اس کے شوہر کا گھر ہوتا ہے۔ والدین کے گھر تو بیٹیاں مہمان ہوتی ہیں "وہ اماں کی ایسی باتوں پر اداس ہو جاتی بھلا یہ کیا بات ہوئی؟ ٹھیک ہے شادی کر کے پرائے گھر چلے جانا ہے مگر یہ گھر بھی تو ہمارا اپنا ہے یہاں اس نے جنم لیا تھا اپنا پورا بچپن یہیں اسی گھر کے آنگن میں کھیل کود کر بتایا تھا۔ ابا اسے کندھے پر بٹھا کر چچا کے باغ سے کیریاں توڑا کرتے تھے۔ خود اماں اسے اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتی تھیں گویا وہ ان کی بیٹی نا ہو ان کے ہاتھ کا چھالا ہو۔ اسے یاد پڑتا تھا ایک بار ان کے بچھڑے نے

Copyright by New Era Magazine

جھلی کو ٹکر ماردی تھی جس سے جھلی کی ٹانگ زخمی ہوگئی ابا نے تیسرے دن ہی وہ بچھڑا قصائی کو بیچ دیا تھا۔ایسی کئی انمٹ یادیں تھیں جو اس کے دماغ کے نہاں خانوں میں بچپن کی خوبصورت یادوں کے طور پر محفوظ تھیں۔

پھر اماں کس قدر سنگ دلی سے اسے ایک ہی پل میں بیگانہ کرڈالتی ہیں۔وہ اماں کے سامنے نمدیدہ آنکھیں لیے شاکی ہو جاتی۔اماں مسکرا کر اس کی پیشانی چومتی اس کے بالوں کو آہستہ سے اپنی انگلیوں سے سنوارنے لگتی اور یہی وہ لمحہ ہوتا جب اماں کے سینے سے لگتے ہی اس کی تمام شکایات ایک دم سے بے وجود ہو جاتیں۔اور اگلے ہی پل وہ مسکرائے جاتی۔

وہ ایسی ہی تھی دکھ کس قدر بڑا ہو،گھر میں نقصان کوئی بھی ہو جائے اس کا غصہ وقتی ہوتا تھا بس۔اور اگلے ہی لمحے وہ اپنے اصل پر لوٹ آتی اور اس کے پنکھڑی لب پھر سے کھل اٹھتے۔ جیسے بہار میں چچا کے باغ میں صبح صبح تازہ گلاب کھلا ہوتا تھا اور چار سو اپنے آس پاس کے ماحول کو معطر کیے رکھتا۔

اماں پھر سمجھاتی "سن میری جھلی دھی۔۔۔۔شوہر کچھ بھی کہے اپنی زبان بند رکھنی ہے۔ فرمانبرداری دکھانی ہے شوہر کی۔۔۔تمہارا دل ٹوٹ بھی جائے تو کبھی اپنے شوہر سے شاکی مت ہونا بلکہ خدمت سے اور محبت سے اس کا دل جیتنا۔وہ کچھ بھی کہے بس چپ چاپ مان لینا۔"

وہ پھر شاکی ہو جاتی اماں کے سامنے۔۔"بھلا یہ کیا بات ہوئی اماں۔۔؟شوہر انسان ہے اس

Copyright by New Era Magazine

کی خواہشات ہیں، تو کیا ہم انسان نہیں ہیں جو اپنی ہر خواہش کا گلہ گھونٹ کر صرف فرمانبردار بیوی کا تمغہ حاصل کرنے کی چاہ میں خود کو مار دیں۔

ہم دونوں زندگی کے ساتھی ہوں گے ساتھ ساتھ تمام عمر بتانی ہے تو کچھ سمجھوتے میں کروں گی کچھ انہیں بھی تو کرنے پڑیں گے نا۔۔۔اس طرح صرف ایک انسان کب تک محبت اور فرمانبرداری کے نام پر اپنی عزتِ نفس پر پاؤں رکھ سکتا ہے بھلا۔۔۔؟"

اماں اس کی باتیں سن کر حیرت سے گنگ رہ جاتیں، اس کے خیالات جان کر اماں کی آنکھوں کے ڈیلے اپنی مقررہ حد سے کہیں زیادہ پھیل جاتے۔ وہ بیٹی کے "نادر خیالات" جان کر ہول سی جاتیں۔ اسے بیٹی کی آئندہ زندگی سے خوف آنے لگتا تبھی اسے سمجھانے بیٹھ جاتیں

"سن جھلی۔۔۔اول تو ایسا سوچتے ہی نہیں اور اگر سوچ ہی لیا تو اس طرح کی باتیں زبان پر نہیں لاتے۔۔۔تم عورت ذات ہو۔ جان لو کہ عورت ذات ہونا بذاتِ خود ایک بہت بڑی قربانی کا نام ہے۔۔۔عورت کو عملی زندگی میں بھی کئی بار اپنی قربانیاں دینی پڑتی ہیں کبھی اپنی قربانی تو کبھی اپنی خواہشات کی ۔۔۔۔بس کبھی میری تربیت پر ایک بھی حرف مت آنے دینا میری بچی۔۔۔اچھی اور نیک بیٹیاں ہمیشہ اگلے گھر اپنے والدین کا سر بلند رکھتی ہیں۔ "

وہ اثبات میں سر ہلا کر اماں کو مطمئن کر دیتی مگر ماں کے دل میں چھپے خدشے کبھی کبھار نئے سرے سے سر اٹھانے لگتے بالخصوص جب وہ اپنی بیٹی کے باغیانہ خیالات "سنتی اور پھر سے

Copyright by New Era Magazine

وہی "ہدایات نامہ "بیٹی کو گھول کر پلانے لگتی جواب تک اسے ازبر ہو چکا تھا۔۔۔

دن کب پنکھ لگا کر اڑے کچھ خبر ہی نہیں ہوئی اور وہ اپنی ماں کی " جھلی " اپنا گھر، والدین، محلہ، رشتہ دار اور اپنا گاؤں چھوڑ کر ساتھ والے گاؤں " دانش " کے گھر آ گئی۔ کبھی کبھار وہ سوچتی تھی یہ لڑکی ذات بھی کیا چیز ہے کہ جس گھر میں آنکھ کھولتی ہے، اپنا بچپن بتاتی ہے، جہاں پاوں پاؤں چلنا سیکھتی ہے، جہاں بھائیوں سے ناز اٹھواتی ہے، جس گھر میں بے فکری سے ہنستے کھیلتے جوان ہو جاتی ہے ایک دن آتا ہے کہ اسے اس سب کو چھوڑ کے خود کو نئے لوگوں کیلئے وقف کرنا پڑتا ہے۔ آہ کس قدر مشکل ہو گا وہ لمحہ۔۔۔۔

اور آج وہی لمحہ اس کی اپنی زندگی میں آ پہنچا تھا آج وہ خود اسی کرب سے گزر کر خود کو نئے لوگوں کیلئے وقف کرنے جا رہی تھی آج اسے بخوبی معلوم ہو گیا تھا کہ یہ لمحات کس قدر درد بھرے ہوتے ہیں۔ کوئی دوا ہی نہیں اس دکھ کی کوئی مسیحائی کرنے والا بھی نہیں ہے۔

ماں اپنی جھلی کو آخری وقت تک نمدیدہ لہجے میں شوہر کی فرمانبرداری کا سبق یاد کرواتی رہی اور وہ لاتعداد دعائیں سمیٹ کر بہت سے لوگوں کو اداس کر کے خود بھی روتی ہوئی اس نئے گھر میں سرخ جوڑا پہن کے آ گئی۔

وقت کچھ مزید آگے سرکا تو تمام سکھی سہیلیاں بھی ایک ایک کر کے اٹھنے لگیں وہ کمرے میں تنہا بیٹھی سولہ سنگھار کیئے اپنے مجازی خدا کا انتظار کرنے لگی۔

مگر نصف سے زیادہ شب بیت گئی دانش آ کے ہی نہیں دیئے۔

Website: www.neweramagazine.com
Copyright by New Era Magazine

دل میں عجیب عجیب سے خیالات امڈنے لگے اور وہ اپنے ہر خیال کو ڈپٹ کر خود کو مثبت گمان رکھنے کی تلقین کرتی رہی۔

اسے یوں دروازے پر نظریں ٹکائے اور سماعتیں دانش کی آہٹ پر لگائے صبح ہو گئی مگر اس کے انتظار کا کچھ بھی صلہ نہیں ملا۔

دل پر ایک بے نام سی اداسی کی چادر تن گئی۔ دانش کے حوالے سے عجیب عجیب خیالات آنے لگے خدا جانے کس مزاج کا شخص تھا جو پہلی رات اپنی دلہن کا گھونگھٹ اٹھانے تک نہیں آیا۔

حالانکہ اس نے اب تک سب کی زبان سے دانش کیلئے تعریفی کلمات ہی سنے تھے۔ کوئی اس کی وجاہت کے گن گاتا تھا تو کوئی اس کی شائستہ مزاجی اور نرم خوئی کے۔

مگر وہ "جھلی" سی لڑکی یوں خود کی اس قدر بے توقیری پر بے طرح سے اداس ہوئی۔ اس قدر بھی بے اعتنائی ہوتی ہے کیا۔۔۔ میں کیا اتنی بے وقعت ہوں کہ اسے ایک نظر دیکھنا بھی دانش نے گوارا نہیں کیا۔۔۔؟

اگلے دن شام کو جب وہ اپنے تمام گہنے اتار کر سادہ کپڑوں میں میک اپ سے عاری چہرے کے ساتھ کھڑکی کے پٹ کھولے ڈوبتے سورج کی زردی کو اداسی سے دیکھ رہی تھی تبھی اسے اپنی پشت پر پہلے کسی کے قدموں کی آہٹ اور پھر اپنے قریب کچھ فاصلے پر کسی کی موجودگی محسوس ہوئی۔ وہ اپنے دل کی بے ترتیب دھڑکنوں سے ہی پہچان گئی تھی کہ ہو نا ہو یہ دانش

Website: www.neweramagazine.com
Copyright by New Era Magazine

ہی ہیں۔ مگر اس کے باوجود بھی وہ خود اپنی پوزیشن تبدیل کر کے دانش کا چہرہ دیکھنے کیلئے ہمت نا کر سکی۔۔۔

کتنے لمحے یوں ہی بیچ میں سرک گئے اور وہ دونوں اسی طرح چپ چاپ کھڑے رہے۔ پھر کچھ دیر بعد اس خاموشی کو دانش نے ہی توڑا۔ اس نے اپنے رویے پر معذرت کرتے ہوئے بتایا کہ اس شادی میں اس کی کوئی مرضی شامل نہیں تھی۔ بلکہ اس کے دل پر کسی اور "غزالہ" کی حکمرانی ہے جو چھ ماہ پہلے کسی اور کے سنگ بیاہ چکی ہے۔ اور یہ شادی اس نے سراسر والدین کی خوشنودی کیلئے کی ہے۔"

دانش کچھ دیر بعد اس کی سماعتوں اور دل پر بم پھوڑ کے واپس چلا گیا۔ کتنی ہی دیر وہ چپ چاپ ساکت مجسمہ بنی کھڑی رہی پھر اس مجسمے کی آنکھوں سے دو موٹے موٹے قطرے ایک لائن کی صورت میں بہتے ہوئے اس کی گردن تک آ پہنچے۔

دماغ میں باغیانہ خیالات کے جھکڑ سے چلنے لگے۔ ایک بار من میں آیا کہ ابھی اسی وقت اس گھر اور شادی پر دو حرف بھیج کر واپس چلی جائے۔ کس قدر تذلیل کی تھی اس بے مروت اور سنگ دل شخص نے۔ مگر پھر اچانک اس کے سامنے کھڑکی کے پار سے اماں کی صورت دکھائی دینے لگی۔ کانوں میں اماں کا ہدایت نامہ پھر سے سنائی دینے لگا "نا جھلی۔۔۔ کبھی میری تربیت پر کوئی حرف مت آنے دینا آج سے تمہارا سب کچھ تمہارے لیئے تمہارا مجازی خدا (دانش) ہے۔ جاؤ ہم نے تجھے اللہ کے حوالے کیا" یہیں اس کے قدم زنجیر ہو

Copyright by New Era Magazine

گئیے۔اور یہیں کھڑے کھڑے اس نے خود کے ساتھ ایک عہد کیا تھا بس چپ چاپ زندگی گزارنے کا عہد۔لبوں کو کبھی شکایات سے آلودہ نا کرنے کا وعدہ۔۔۔

خود سے کیا گیا عہد،اس کیلئے نبھانا بے حد کٹھن ثابت ہوا دل بار بار بغاوت پر اکساتا،اپنی تذلیل پر شاکی ہوتا مگر وہ خود پر پھر سے جبر کر لیتی۔اماں کی ساری نصیحتوں کو دل ہی دل میں دہرانے لگتی۔۔۔

اور چپ چاپ دانش کی خدمت کیئے جاتی۔اس نے ہمیشہ اپنے عمل اور رویے سے اپنے گھر میں کبھی سسر اور ساس کو شکایت کا موقع تک نہیں دیا۔

ساس دل ہی دل میں واقف تھی کہ دانش اپنی بیوی کو وہی توجہ اور محبت ہرگز نہیں دیتا جس کی ایک نئی دلہن متقاضی ہوتی ہے اور جس کی وہ "جھلی" بھی مستحق تھی۔وہ پھر بھی وہ صبر کا مجسمہ بنی بس چپ چاپ جیئے جاتی۔دانش کی ماں اپنے رب کے حضور شکر ادا کرتی رہتی کہ اللہ نے اس کے آنگن کیلئے ایک خوبصورت اور خوشبودار پھول کا انتخاب کیا تھا۔مگر دل ہی دل میں یہ فکر بھی موجزن رہتی کہ "مالی" کی بے اعتنائی اور بے توجہی سے کہیں یہ پھول مرجھا نا جھائے۔

وہ کبھی کبھار دانش کو اکیلے بٹھا کر سمجھاتی اسے اپنی بیوی کے حقوق مکمل طور پر ادا کرنے کی تلقین کرتی مگر وہ "چپ شاہ" بنا خاموشی سے سب کچھ سنتا رہتا اماں کا لیکچر ختم ہونے پر اثبات میں سر ہلاتا اور اٹھ کے چلا جاتا۔۔۔مگر عمل کی توفیق اسے پھر بھی کبھی نہیں ہوئی تھی۔۔

Copyright by New Era Magazine

یونہی زندگی دھیرے دھیرے آگے سرکنے لگی۔ وہ ایک ڈیڑھ ماہ بعد اپنے میکے واپس آتی تو اس کی ماں مسکراتے لبوں کے پیچھے چھپے کرب کو بخوبی پڑھ لیتی اور اس کے دل میں چھپا درد ٹٹولتی مگر وہ "جھلی" کبھی پھوٹ کے ہی نہیں دی۔ اس کے لبوں پر لگے صبر اور خاموشی کے تالے کی چابی تو وہ کہیں اتنی دور پھینک آئی تھی کہ اب تو ڈھونڈنے سے بھی نا ملتی۔۔۔

پر وہ جتنا چھپاتی، بھلے اظہار نا کرتی اس کی اداس آنکھیں اور بے رونق چہرہ سارے فسانے افشاں کر دیتے۔ ماں ان پڑھ بھی ہو تو اولاد کے دل کا دکھ پڑھ لیتی ہے اس کی ماں نے بھی پڑھ لیا مگر ماں کے پاس بھی اس کے دکھ کی کوئی دوا نہیں تھی سوائے "دعا" کے۔۔۔ کیا بے بسی تھی کہ وہ اپنی اکلوتی بیٹی "جھلی" کے لبوں کی مسکراہٹ بھی واپس نا لا سکتی تھیں۔۔۔

جو اس نے دانش کے سنگ بھیجی تھی وہ اس جھلی سے سراسر مختلف تھی۔ وہ چہکتی ہوئی چڑیا تھی، وہ باغیانہ باتیں کرتی تھی، وہ اپنا حق چھین کر بھی حاصل کر لینے پر یقین رکھتی تھی مگر اب ڈیڑھ دو ماہ بعد جو اس کے سامنے "جھلی" بیٹھی ہوتی تھی یہ کوئی اور جھلی ہوتی۔۔۔۔

بس چپ چپ، خاموش آنکھوں سے باتیں کرتی، زبان کو بولنے کی زحمت کم ہی دیتی۔ مختصر بات کرتی اور پھر پہروں خاموش بیٹھی رہتی۔۔۔

وہ ماں کے گھر دو تین دن گزار کے واپس چلی آتی وہیں جہاں وہ ہرجائی رہتا تھا۔ ایک ہی کمرے میں رہتے ہوئے وہ دونوں اجنبیوں کی سی زندگی گزار رہے تھے۔

دانش نے کبھی اس سے مسکرا کر بات تک نہیں کی تھی، بس حسبِ ضرورت ہی بات کرتا اور

Copyright by New Era Magazine

وہ بھی وقت سے پہلے اس کی تمام ضروریات پوری کر کے رکھ دیتی۔ کھانا بنانا ہو یا دانش کے کپڑے استری کرنے ہوں وہ ہر چیز، ہر کام وقت سے پہلے مکمل کر لیتی. اپنی ذات سے وہ کبھی کسی کو شکایت کا موقع تک نا دیتی اور نا ہی کبھی اپنی ذات کی مسماری اور پس پشت ڈال لینے پر کبھی شکوہ کرتی۔

بس اب یہی زندگی تھی اور جھلی نے اپنی اسی زندگی سے سمجھوتہ کر لیا تھا گویا زندگی پہلے ایک سیدھی لائن تھی جس پر وہ بے فکری سے اٹھکیلیاں کرتی ہوئی منزل کی طرف گامزن تھی مگر اب زندگی ایک دائرہ سی معلوم ہوتی۔ وہ صبح ایک نقطے سے چل کر اپنے دن کا آغاز کرتی اور پھر رات کو اسی نقطے پر اس کے سفر کا اختتام ہو جاتا۔ بے دلی سے ہی سہی اس نے خود کو اسی دائرے میں گھومنے پر پابند کر لیا تھا وہ چاہ کے بھی یہ اس دائرے سے باہر نہیں نکلنا چاہتی تھی۔۔۔

اس نے سنورنا چھوڑ دیا کوئی بھی اس بے رونق سے چہرے والی لڑکی کو دیکھ کر ہرگز اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ یہ نو بیاہتا ہے۔ اس کی ماں اسے بار بار ٹوکتی مگر وہ کبھی پھوٹ کے ہی نہیں دی ماں کو بھی اپنے دل سے اعتراف کرنا پڑا کہ اس کی "جھلی" "اب" "سیانی" ہو گئی ہے مگر جھلی کے روگ کا اندازہ صرف اسی کی اپنی ذات کو تھا لوگ دور سے لہروں کا نظارہ کرتے ہیں اندر کوئی غوطہ لگا کے پانی کی گہرائی نہیں ماپتا اس کا دکھ بھی گہرا تھا۔ اس کا روگ بھی لا دوا تھا۔ جس کے خیالوں میں کئی راتیں جھلی نے بے خواب کاٹی تھیں، جسے یاد کرتے کرتے وہ رات بھر

Copyright by New Era Magazine

ستاروں سے باتیں کرتی رہتی اس ہرجائی کے پاس جھلی سے بولنے کیلئے محبت کے دو میٹھے بول تک نہیں تھے۔

نارسائی کا کرب سہتے سہتے اسے سال مکمل ہو گیا جب ایک دن معمول کے مطابق شام کے اوقات میں کھڑکی میں کھڑی آسمان کی زردی کو دیکھ رہی تھی تو ایک بار پھر اسے اپنے پیچھے سے مانوس سی قدموں کی آہٹ سنائی دی۔۔۔ آہٹ قدم بہ قدم بڑھتی اس کے بالکل قریب آگئی مگر باوجود کوشش کے بھی جھلی اس سنگ دل شخص کا چہرہ نہیں دیکھ پائی۔۔۔

وہ منتظر کھڑی تھی کسی نئے اعلان کی، کچھ نیا جو ایک بار پھر اس کے دل کو ریزہ ریزہ کر ڈالے ۔۔۔ کچھ ایسا جو اس کے وجود کو پارہ پارہ کر ڈالے۔ کتنے دنوں سے وہ دانش کو دیکھ رہی تھی وہ ہر وقت چپ چاپ رہتا اسے تکتا رہتا تھا اور وہ اس کا دیکھنا پا کر خود میں سمٹتی چلی جاتی۔

وہ اپنے کام میں خود کو مسلسل مگن رکھتی اور پھر جب بھی کبھی آنکھوں کے جھروکوں سے دانش کو دیکھتی تو وہ اسی کی طرف متواتر دیکھ رہا ہوتا۔ وہ شرما جاتی اس کی نگاہوں کی چوری پکڑی جاتی۔

اور آج پھر وہ اس کے بالکل قریب پیچھے آیا کھڑا تھا۔ جھلی کا دوپٹہ ڈھلک کر اس کے کندھوں تک آیا ہوا تھا جسے اس نے دوبارہ سلیقے سے درست کر کے سر پر جما لیا اس کا پراندہ ابھی بھی اس کی کمر پر جھول رہا تھا

کتنی ہی دیر وہ اس کے پیچھے یوں چپ چاپ خاموش کھڑا رہا جھلی اسی حالت میں کھڑی کھڑی

Copyright by New Era Magazine

تھکنے لگی۔ دل نے الگ سے اندر کہیں اودھم مچا رکھی تھی اور پھر اس کی سماعتوں سے دانش کی معافی ٹکرائی۔۔۔

وہ ششدر کھڑی رہ گئی سوچا یہ کوئی خواب ہے جو ابھی کچھ دیر میں چھنا کے سے ٹوٹ جائے گا اور وہ پھر سے اپنی اسی زندگی میں واپس لوٹ جائے گی جہاں سال بھر سے اس کی ذات کی بے قدری ہوتی چلی آئی تھی جہاں سال بھر اسے اس کے حصے کی۔ محبت سے دانش نے محروم رکھا تھا مگر یہ خواب نہیں تھا یہ حقیقت تھی وہ سچ میں جھلی سے معافی کا طلبگار تھا اسے جھلی کے صبر، ثابت قدمی اور استقامت نے واپس پلٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ اپنی ہر ہرزہ سرائی کیلئے جھلی سے معافی طلب کر رکھا تھا اپنے ہر اس لمحے کی معافی مانگ رہا تھا جس میں اس نے اپنی بے دلی اور سنگدلی سے جھلی کا دل دکھایا تھا۔۔۔

اور وہ دانش کی جانب پشت کیئے سسکیوں میں رو رہی تھی ہاتھ ابھی تک اس کے سینے پر بندھے ہوئے تھے اس نے اپنے آنسوؤں پونچھنے کیلئے بھی اپنے ہاتھوں کو نہیں کھولا تھا وہ ہچکیوں میں بے ترتیب جھٹکے کھاتی رو رہی تھی وہ بے یقین تھی کہ اس کی محبت جیت گئی ہے وہ بے یقین تھی کہ اماں کی تربیت نے فتح پالی ہے وہ بے یقین تھی کہ جھلی نے ایک سنگ دل انسان کا دل اپنے لیئے موم کر لیا تھا وہ بے یقین تھی پتھر میں سوراخ ہو گیا تھا قلعہ مسمار ہو گیا تھا۔۔۔

کچھ دیر رک کر اور سارے اعتراف کر کے دانش واپس چلا گیا تھا شاید اب اس میں جھلی سے

Copyright by New Era Magazine

نگاہیں ملانے کا یارا نہیں تھا جلدی واپس اپنے کمرے میں آگئی اور جائے نماز بچھائے سیدھی اپنے رب کے حضور سجدے میں جا گری۔ وہ شکرانہ ادا کر رہی تھی کہ اب ہجر کے لمحے تمام ہوئے تھے رب نے اس کیلئے وصال کا موسم بھیج دیا تھا۔ اب اس موسمِ وصال کو ہمیشہ رہنا تھا۔ اب کج رویوں کے خزاں موسموں کا اختتام ہو چکا تھا، اب رویوں کے سرد موسم بھی بیت چلے تھے۔ اب احساسات و جذبات کے گرم موسم کی آمد آمد تھی۔ سرمئی شام اسے مسرتوں کی نوید سنا رہی تھی۔

وہ شکر گزار تھی کہ وہ اپنے والدین کی نگاہوں میں سرخرو ٹھہری تھی اس نے باغی بن کر اپنا خیمہ اکھاڑنے کی بجائے استقامت اور صبر سے قلعہ فتح کرنے کو ترجیح دی تھی اور بلا آخر اس کی محبت نے وہ دانش نامی قلعہ فتح کر لیا تھا۔

اب ہر طرف شہنائیاں سی سنائی دینے لگیں اب اسے اپنے اندر ایک نئی دلہن کے سے احساسات جاگتے محسوس ہونے لگے اب اسے خود کو سنوارنا تھا دانش کیلئے کیونکہ وصال کا موسم آ پہنچا تھا

ختم شد

Copyright by New Era Magazine

نوٹ

وصال کا موسم پڑھنے کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ نظرِ ثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہو اگر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تاکہ ہم اس کو بہتر کر سکیں۔

تعاون کا طلبگار

ادارہ(نیو ایرا میگزین)

کچھ نیو ایرا میگزین کے بارے میں

نیو ایرا میگزین نے اپنے سفر کا آغاز 2 نومبر 2018 سے کیا ہے۔ نیو ایرا میگزین کی تخلیق کا مقصد ادب کی ترقی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ نئے آنے والے اور سوشل لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم فراہم کرنا ہے۔ جہاں وہ اپنی لکھنے کی صلاحیت کو فروغ دے سکیں۔ اُردو ادب کے میدان میں ہمارا مقصد قارئین تک غلطیوں سے پاک مواد کی فراہمی کو یقینی بنانا ہے۔ اگر آپ کے اندر ایک لکھاری کی خصوصیات پائی جاتی ہیں تو بلا جھجک ہمیں اپنی تحریر neramag@gmail.com پر بھجوا دیں یا پھر آپ ہمیں فیس بک پیج پر بھجوا سکتے ہیں۔ Fb/ Page/ New Era Magazine ہماری کوشش ہو گی کہ قارئین اور اپنے لکھاریوں کے ساتھ بھرپور تعاون کریں جہاں تک ممکن ہوا ہم آپ کی تحاریر کو ضرور فروغ دیں گے۔ ان شا اللہ آپ ہمیں اپنے ساتھ پائیں گے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میدان میں ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین

ہم شکر گزار ہیں مصنف کہ جو انہوں نے ہمارے لئے وقت نکالا اور ہم پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنی تحریر ہمیں شائع کرنے کیلئے بمعہ جملہ و حقوق کے دی۔ ان شا اللہ ہم ان کو مایوس نہیں کریں گے جنہوں نے ہمارے ساتھ تعاون کرتے ہوئے ہمیں اپنا قیمتی وقت بخشا۔ (جزاک اللہ)

ادارہ

نیو ایرا میگزین

Copyright by New Era Magazine